۳۱

دسمبر کی رات

جشن سال نو، سن ہجری اور مسلمان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

از: قلم انظر الاسلام بن شبیر احمد قاسمی

اے مسلمان یہ ایک ایسی رات جس رات ایسا کوئی گناہ نہیں جو زمین پر نہیں کیا جاتا!

یہی وہ رات ہے جس میں بہت سے لوگ اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں!

یہی وہ رات ہے جس میں ہر برا سے برا نشہ کیا جاتا ہے!

یہی وہ رات ہے جس میں زنا کے اڈے سجائے جاتے ہیں!

یہی وہ رات ہے جس میں بہت سے نوجوان پہلی بار، شرابی، چرسی، گنجیر ی بنتے ہیں!

یہی وہ رات ہے جس میں بہت سی لڑکیوں کی عزتوں سے کھیلا جاتا ہے!

یہی وہ رات ہے جس میں بے حیائی، بے شرمی کھلے عام کی جاتی ہے!

یہی وہ رات ہے جس میں ہر وہ گناہ کیا جاتا ہے جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے!

لیکن افسوس ہے کہ آج بہت سے مسلمان اس رات کو نیا سال کا جشن مناتے ہیں، اور حرام کام کرتے ہیں!

مسلمانوں یہ بدمذہبیوں کی بنائی ہوئی سازش ہے، کے مسلمان کے دل سے انکا ایمان چھین لیا جائے!

اس رات کو جشن منانے سے پہلے ایک بار اپنی قبر کی اندھیری رات کو ضرور یاد کرنا!

اے اللہ تو ہر مسلمان بھائی اور بہنوں کو اس بے حیائی اور بے شرمی والی رات سے بچا۔ آمین

جب سے سن شعور کو پہنچا عیسوی سن کے ہر سال کے ابتدائی دن یعنی ''یکم جنوری'' کے آغاز پر رات دس بجے سے ہنگامے شور شرابے ہوتے تھے۔ لوگوں کو جاگ جاگ کر تقریبات مناتے، اڑاتے، شراب پیتے پلاتے بلالحاظ جنس وعمر یعنی نوجوان کم سن اور عمر رسیدہ مرد وخواتین کو باہم بے حیا اور بیبا کانہ خرمستیاں کرتے ناچ رنگ میں مدہوش دیکھا ممبئی حیدر آباد اور بنگلور میں ان تقریبات کو آنکھوں سے دیکھا۔ یہ محفلیں صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ اسلامی ممالک اور دنیا کے دیگر نو آزاد ممالک میں بھی سجائی جاتی ہیں۔ مغربی ممالک کی بات کیا کریں یہ تو انہیں کی تقریبات ہیں۔ اور وہ جو چاہیں سو کریں کم ہے۔ ان تقریبات کی راست نشریات ٹی وی کے ذریعے ناظرین گھر بیٹھے نظارہ کرتے ہیں اور وہ بھی رات کے بڑے حصے میں ٹی وی کے ذریعے اپنے آپ کو ان تقریبات کا حصہ متصور کرتے ہیں۔ شرمندگی اور افسوس کا احساس ہوا کیونکہ یہ تقریبات عیسائیوں کے لئے عید کا درجہ رکھتی ہوں تو ہوں لیکن ہم ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کو ان بیہودگیوں میں آلودہ دیکھا تو اپنے مسلمان ہونے پر جہاں فخر تھا وہیں ملت اسلامیہ کی اس حالت زار پر افسوس بھی ہوا۔ اتنے بڑے ملک میں عظیم الشان دینی درس گاہیں ہوں۔ ہمہ وقت واعظین مقررین علماء اور آیمائے دین قرآن سنت اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے ہوں تو پھر مسلمانوں کی دین کے تئیں ناآگاہی لاپرواہی کردار سے بیگانگی اور اخلاقی گراوٹ نے ملتِ اسلامیہ کو شرمندہ کر دیا۔ ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی ادارے اور آیمائے دین اپنے فرایض کو نبھانے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ پھر ملتِ اسلام کے نوجوان مرد و خواتین کو گھریلو ماحول میں بھی اسلام کا سبق نہیں دیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ سال نو کی آمد اور استقبال کے لئے جو ہنگامے شور شرابے ہوتے رہتے ہیں ان میں مسلمان نسل بھی بے حیائی کے کاموں میں مشغول ہے اور اُنہیں یہ احساس تک نہیں کہ ہم مسلمان ہیں قرآن کے عامل ہیں اس کے باوجود ان کاموں میں مشغول ہیں اور شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر اخلاق اور کردار کی دھجیاں اڑنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کر رہے ہیں۔تو زبان پر اقبالؔ کا یہ شعر بے ساختہ آجاتا ہے۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

مذکورہ تقریبات اگر ہندوستان کے غیر مسلم طبقے میں رائج ہوں تو ہرج نہیں کیونکہ ان کے پاس زندگی کا کوئی نصب العین اور لائحہ عمل نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ نقالی اور روایتوں کو مذہب کا جز بناتے آئے ہیں لیکن اگر مسلمان ایک واضح نصب العین اور دستور حیات رکھتے ہوں جن کے پاس دین کا بہترین سرمایہ ہو۔ وہ کیونکر ان خرافات کا حصہ ہو سکتے ہیں۔ ہم ہندوستان میں آزاد ضرور ہوئے ہیں۔لیکن آزادی کا مفہوم ہماری سمجھ سے آج بھی بالاتر ہے۔جن عیسائیوں کو ہم اپنا ازلی دشمن سمجھتے رہے ہیں۔انہوں نے ابتدائے اسلام سے آج تک مختلف محاذوں پر نبرد آزمائی کی تھی اور کر رہے ہیں۔میدانِ کارزار میں نمایاں فتوحات پانے کے باوجود شکست خوردہ اقوام سے تہذیب وتمدن علم واخلاق کے میدان میں ہمیں شرمناک ہار سے دوچار ہونا پڑا جن انگریزوں کو ہم نے ہندوستان سے مار بھگایا ان کی کئی چیزوں کے ساتھ مختلف تقریبات ورسومات کو جوش خروش رواداری اور عالمی برداری سے ہم آہنگی کے نام پر مناتے آرہے ہیں۔

عیسوی سال نو کا جشن بھی مسلمانوں کی ملی روایات اور عظمتِ اسلام کے مغائر ہے۔مسلمان اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عشق کرتے ہیں سنتوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس معاملے میں حد درجہ جابرانہ اندازِ عمل کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں لیکن عملی اعتبار سے ایسا نہیں ہے۔مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یکم محرم اسلامی سال کا پہلا دن ہے اور یہ دن رات کے بارہ بجے سے شروع نہیں ہوتا بلکہ آمد ہلال کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔کیونکہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والوں کے لئے راہِ الٰہی مقدم ہے۔

چناچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

’’لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کی تعین کی اور حج کی علامتیں ہیں‘‘۔

(سورہ بقرآیت ۱۸۹)

چاند کی گھٹتی بڑھتی ساعتیں ایک قدرتی جنتری ہے جس کا مقصد تاریخوں کا حساب رکھنا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حتمی حکم فرمادیا۔’’حق وہ ہے جو تیرا رب کہے، پھر مت رہ شک لانے والوں میں‘‘ اور مزید یہ کہ ’’اور یقیناً ہم نے آپ ﷺ کو روشن دلیلیں بھیجی ہیں، جن کا انکار سوائے بدکاروں کے کوئی نہیں کرتا‘‘ (سورہ بقرآیت ۹۹)

مسلمانوں کے لئے ہجری سن سرکارِ دوعالم ﷺ کے وسیلے سے عظمت وبلندی، فتح اور نصرت کا عملی پیغام ہے کیونکہ بقول محمد علاء الدین ندوی ’’تقوم ہجری کے تعین کے لئے وہ (صحابہ کرامؓ) ولادتِ رسول ﷺ کے وقعے کو بھی منتخب کر سکتے تھے لیکن اس کا امکان تھا

کہ اس کے اختیار کرنے میں شخصیت کا عکس جھلکتا پھر اس صورت میں خطرے کا بھی امکان تھا کہ دعوتِ اسلامی کا حصہ شخصیت پرستی کے آئینہ میں چھپ جاتا۔ ان کے سامنے بعثت کا واقعہ بھی تھا لیکن وہ تحریک اسلامی کا نقطہ آغاز تھا۔ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کی بیعتیں تھیں لیکن یہ کوئی فیصلہ کن موڑ نہ تھیں بدر، حدیبیہ، فتح مکہ کی فتوحات تھیں لیکن یہ بنیادیں نہ تھیں۔ بنیاد پر قائم شدہ ڈھانچے تھے۔ حجتہ الوداع کا عظیم الشان اجتماع فتح ونصرت کا آخری باب تھا لیکن یہ فتح وبشارت کا مبارک موقع بھی ہجرت کا رہین منت تھا''۔ (ہجرتِ مصطفیٰ ص ۳۹۸،۳۹۹)

چنانچہ خلیفہ وقت امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ نے اکابر صحابہؓ کی ایک مشاورت طلب کی اور اس قومی وملی تشخص کو اجاگر کیا۔ تقویمِ اسلامی کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی تفصیلات الحافظ احمد بن علی نے اپنی کتاب فتح الباری میں تفصیل سے بیان کی ہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ کا ذکر ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ (جو یمن کے گورنر تھے) نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا کہ ہمارے نام آپ کی طرف سے ایسی دستاویز آتی ہیں جن میں تاریخیں نہیں ہوتیں، اس پر حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو بلوایا اور اُن سے مشورہ طلب کیا بعض لوگوں نے یہ رائے دی کہ بعثتِ نبوی سے سن کا آغاز ہو۔ بعضوں نے کہا کہ واقعہ ہجرت سے ابتداء کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہجرت حق وباطل کے درمیان فرقان ہے لہٰذا اُسی سے تاریخِ سن کی ابتدا کرو یہ 17 / 5 ہجری کا واقعہ ہے۔ (ج ۷ صفحہ ۲۶۸)

فاتح اقوام کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں نہ صرف سربلندی اور تفوق کا جذبہ ہوتا ہے بلکہ ان کے قانون وقاعدے، معاشرت وعمرانیات اور تہذیب وتمدن اپنی زیر اثر رعایا پر مسلط کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مفتوح اقوام کی زندگی کے ہر شعبہ میں فاتح اقوام یعنی عیسائی قوانین کے ساتھ زندگی کے مختلف نظریات، عمرانیات، سائنس اور ٹکنالوجی کے علاوہ ساری دنیا پر محیط سن عیسوی کا سلسلہ بھی اس طرح جاری وساری ہے کیونکہ آج انگریز اپنی سائنس وصنعت اور فوجی برتری کے بل بوتے پر اقوام عالم کے خودساختہ رہنما بنے بیٹھے ہیں انہیں کوئی آنکھ دکھانے والا نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب مسلمانوں کے ایمان میں ضعف پیدا ہوا۔ کاہلی، سستی، عیش کوشی، نفس پرستی، شرک' مفاد پرستی، زر پرستی اور زن پرستی نے اقوام عالم میں انہیں ذلیل ورسوا کر دیا۔